انتخابات، جمہوریت اور امارت

۱۸رفروری آنے کو ہے، دیوقامت ہولڈنگ بورڈز، جگہ جگہ لگے اشتہارات، ہوا سے اٹھکیلیاں کرتے رنگا رنگ بینرز اور وال چاکنگ سے بھری دیواریں اس دن سجنے والے میدان 'رزم حق و باطل' کا پتہ دے رہے ہیں۔

صبح و شام جلسے، کارنر میٹنگز، انفرادی ملاقاتیں اور ووٹرز کی جانب خیر سگالی کے پیغامات امیدواروں کی بے چینی اور بے اطمینانی کے مظہر ہیں۔ پارٹی قائدین کے فاتحانہ وتفاخرانہ انداز میں روزگار، امن، انصاف اور اسلام جیسے منافقانہ اور دلفریب نعروں کے طفیل عوام سے ووٹ کی التجائیں ان کی ہوسِ اقتدار کی عکاسی کرتی ہیں۔

اسی طرح خاندانی مجبوری، علاقائی وابستگی، مفاد پرستانہ اندازِ فکر اور ذہنی غلامی کے باعث عوام کی اکثریت بھی اس جمہوری رنگا رنگی کا حصہ بن چکی ہے بلکہ جمہوری کلچر کی اس قدر عادی ہو چکی ہے کہ کسی بھی دوسرے نظام حکومت کو اجنبی محسوس کرتی ہے۔ جمہوریت کے نشے میں دھت قوم یہ بھول چکی ہے کہ وہ خود ایک ایسا سیاسی نظام رکھتی ہے جس سے واقعتاً خوشحالی، آسودگی، امن اور عدل و انصاف کے سوتے پھوٹتے ہیں، جس میں مسلم دنیا کی ترقی، رفعت اور عروج پنہاں ہے، لیکن اغیار کی مکاری وعیاری اور اپنوں کی ہوشیاری و غداری نے قوم کو جمہوریت کی لوری دے کر سلایا ہوا ہے اور مسلسل تھپکیاں دے رہی ہے کہ کہیں اس کی آنکھ نہ کھل جائے۔ اس پروان چڑھتے جمہوری کلچر، لوگوں کی جذباتی وابستگی اور خلافت و امارت سے بیگانگی ایک بھیانک مستقبل کی تصویر پیش کر رہی ہے۔

۱۸رفروری کے انتخابات اس باب میں ایک اور اضافہ ہے۔ آیئے ان انتخابات کا حصہ بننے سے پہلے چند حقائق پر نظر ڈال لیں۔

جمہوریت ۵۰۰ ق م کی پیداوار ہے اس کی ابتدا یونان میں ہوئی جب اہل یونان نے اسے سیاسی نظام کے طور پر اپنایا، لیکن جلد ہی نقصانات و مضمرات کے پیش نظر اس سے دامن چھڑا لیا پھر یہ صدیوں ایسی ناپید ہوئی جیسے اس نے جنم ہی نہ لیا ہو۔ دوسری طرف الہامی تعلیمات سے تہی دست مغرب باہم دست و گریبان تھا اور ان کی یہ دشمنی و عداوت جمہوریت کے احیا پر منتج ہوئی جب انقلابِ فرانس کے نام پر جمہوریت کا گڑھا دوبارہ اکھاڑا گیا۔ پس اسی دن سے مغربی جمہوری نظام نے ساری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لیا ہوا ہے اور اس کی آبیاری ہم ہر پانچ سال بعد انتخابات کروا کے کرتے ہیں۔ باوجودیکہ اس کے اثرات و ثمرات ہمارے سامنے ہیں، لیکن ہم ہیں کہ اسے حرزِ جان بنائے ہوئے ہیں۔ عوام کی حاکمیت کی دعویدار یہ وہ جمہوریت ہے جس نے اپنی بنیاد ہی اسلام دشمنی پر رکھی۔ 'عوام کی حکومت' جیسے فلسفے سے مسلمانوں کے اذہان سے اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کا تصور کھرچنے کی کوشش، اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں انسان کو قانون سازی کا حق دے کر، خدائی صفات کا حامل بنانے کی سعی کی۔ انسان کو اللہ کی غلامی سے نکال کر انسان کی غلامی

میں دے دیا جب کہ بانیٔ اسلام اہل نجران کے نام ان الفاظ میں خط لکھتے ہیں: « فإني أدعوكم إلى عبادة الله من عبادة العباد» کہ میں تمہیں بندوں کی غلامی سے بچا کر اللہ تعالیٰ کی غلامی کی طرف بلاتا ہوں۔ اسلام نے تو اسے جڑ سے اکھاڑا، جب کہ جمہوریت اس رسم بد کے اِحیا کو منشورِ آزادی کے نام سے پیش کر رہی ہے، کیا یہ آزادی کے نام پر غیر اللہ کی غلامی کی بدترین مثال نہیں ہے؟ اسی جمہوریت کے پجاری پیشہ ور سیاستدانوں، سرمایہ کاروں اور وڈیروں نے ملک کے باشندگان کو غلام نہیں بنایا ہوا؟ کیا اقتدار مذکورہ سیاسی بزرجمہروں کے گھر کی لونڈی نہیں بنا دیا گیا؟ کیا عوام کی حاکمیت کا یہ مطلب نہیں کہ وہ دوران انتخاب نعرے لگائیں، اپنے امیدوار کی جیت کے شادیانے بجائیں اور پھر پانچ سال حکمرانوں کی طرف للچائی نظروں سے دیکھتے رہیں؟ کیا عوام کی حکمرانی یہی نہیں کہ وہ خون پسینے سے کمائی دولت ٹیکسوں کے ذریعے حکمرانوں کے حضور پیش کریں؟ تاکہ وہ شاہانہ زندگی گزار سکیں، ان کی تنخواہوں میں سو فیصد اضافہ کیا جاسکے، الاؤنس کی مد میں لاکھوں روپے ان کو تحفتاً دیئے جاسکیں۔

یہی وہ سیاسی نظام ہے جو عوام کا استیصال کر رہا ہے اسی سیاست کی مجبوری ہے کہ لیٹروں پر ہاتھ نہیں ڈالا جاتا۔ چینی ذخیرہ کر کے مہنگے داموں فروخت کرنے والوں کے نام اسلئے منظر عام پر نہیں آسکے کہ وہ اسی سیاسی قبیلے کا حصہ ہیں۔ آٹا بحران کے ذمہ داروں کے خلاف اس لئے ایکشن نہیں لیا جاسکا کہ وہ بعض وزراء کے تعلق دار ہیں، سٹاک مارکیٹ سکینڈل کے کرتا دھرتا اس لئے قانون کی زد میں نہ آسکے کہ ان میں سے ایک نام اس قبیلے کے گروہ کا تھا۔

کیا یہ وہی نظام حکومت نہیں جس میں احتساب کا ادارہ اس لئے وجود میں آتا ہے کہ مخالفین سے انتقام لیا جاسکے، کرپٹ اراکین کو بلیک میل کر کے سیاسی وابستگی تبدیل کرنے پر آمادہ کیا جاسکے اور ہمنوا کرپٹ اَراکین کو تحفظ دیا جاسکے؟

اسی سیاسی نظام کا ثمرہ ہے کہ قوم کی طبقاتی اور گروہی تقسیم کردی گئی ہے، نفرتوں اور کدورتوں کے بیج بو دیئے گئے۔ صورتِ حال یہ ہے کہ فریقین کی باہمی رقابت اور اَنا پرستی انہیں منفی اندازِ فکر پر اُکساتی ہے، اپوزیشن اَراکین کے فنڈز اس لئے روک لئے جاتے ہیں کہ وہ حکومت مخالف پارٹی کے ممبر ہیں، اپوزیشن اراکین اچھے بُرے ہر کام پر حکومت کو اس لئے نشانہ بناتی ہے کہ اسی طرح کی مخالفت پارٹی منشور کا حصہ ہے۔

مساوات کی علمبردار یہی وہ سیاست ہے جس میں تمام قانونی بندشیں عوام کے لئے ہیں۔ حکمران طبقہ قانون سے بالا ہے، کیونکہ آئین کہتا ہے کہ صدر، وزیراعظم، وزراء اعلیٰ اور گورنرز پر فوجداری مقدمہ نہیں ہوسکتا، کوئی عدالت ان برگزیدہ ہستیوں کو طلب نہیں کرسکتی۔ کیا یہ خدائی استحقاق نہیں کہ حکمران من مانی کریں اور انہیں پوچھنے والا کوئی نہ ہو حالانکہ یہ حق تو خالصتاً اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

﴿لَا يُسْـَٔلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْـَٔلُوْنَ﴾ ''اللہ تعالیٰ سے سوال نہیں کیا جائے گا جبکہ باقی تمام مسؤول ہیں۔''

کیا یہ عدم مساوات کا ثمرہ جمہوریت کی کوکھ سے نہیں نکلا؟

اے اہلیان پاکستان! کب تک جمہورت کی دیوی کی پوجا کرو گے؟ کب تک اس کے لئے جان ومال کے نذرانے پیش کرو گے؟ جمہوریت کی آبیاری اسلام پسندی اور وطن دوستی نہیں بلکہ وہ ناسور ہے جو قوم کی رگوں میں زہر بن کر سرایت کرتا جا رہا ہے، جو مغرب کی تاحیات غلامی کا پروانہ ہے، جو عالمی طاقتوں کا دُم چھلے بننے کا ذریعہ ہے۔

اے اہلِ اسلام! تمہارا نبی اہلِ نجران کو انسان کی غلامی سے نکال کر اللہ تعالیٰ کی غلامی میں دینا چاہتا ہے اور تم ہمیشہ انسانوں کے غلام رہنا چاہتے ہو؟

آیئے! ایسے نظامِ حکومت کی طرف جہاں آپ کی قسمت کے فیصلے خوابوں کی بجائے قرآن وسنت کی روشنی میں ہوں، جہاں تمہارے اور تمہارے حکمرانوں کے درمیان کوئی امتیاز نہ ہو، جہاں تم پوچھ سکو کہ اے عمرؓ! باقی سب کے لئے ایک ایک یمنی چادر تمہارے لئے دو کیوں؟ جہاں تمہارے حکمران بوقت ضرورت عدالتوں کے کٹہرے میں ہوں، جہاں علیؓ کے حق میں گواہی اس لئے مسترد کردی جائے کہ غلام کی گواہی آقا کے حق میں تسلیم نہیں، جہاں تمہارے حکمرانوں کی اہلیت سرمایہ، ہوشیاری، خیانت اور بیرونی سپورٹ نہیں بلکہ تقویٰ، عدالت اور سیاسی شعور ہو۔

اے میری قوم! بیداری وقت کا تقاضا ہے۔ آؤ نظام امارت کی طرف یہی سے تمہیں آسودگی، فلاح اور کامیابی ملے گی، یہی نظام حکومت تمہارے لئے نزولِ برکات کا سبب بنے گا اور اسی نظامِ سیاست سے تمہاری آزادی کا سورج طلوع ہوگا۔ ان شاء اللہ

[نعیم الرحمٰن ناصف]

فاضل كلية الشّريعة

☆……☆……☆